امام ابو عبید قاسم بن سلام کی "غریب الحدیث": ایک مطالعہ

A Study of Gharīb al Ḥadīth by Imām Abū ‘Ubaid Qāsim bin Sallām

ابرار احمد*

محمد عاطف اسلم راؤ**

Abstract

There are many kinds of ‘ulūm al Ḥadīth. Imām Suyūtī mentioned 93 kinds of Ḥadith sciences in his book. One of the unique kind of ‘ulūm ul Ḥadīth is Gharīb al Ḥadīth. This science of Ḥadīth unrevealed various new dimensions, epistemologies, eloquences, explanations and rhetoric for the scholars of hadith and its sciences. The most well-known and admirable book on these sciences in known as:

'كتاب غرائب الحديث لامام أبي عبيد بن قاسم بن سلام'

This research study, explores the Introduction and methodology of Gharīb al Ḥadīth by Imām Abū Muhammad Qāsim Bin Sallam. Imam spent about forty years of his life in the research of his science of hadith and wrote a comprehensive book. This research paper is an attempt to analyze and introduce a unique contribution of Imām Qasim bin Sallam. The great contribution of the Imam in the field of Ḥadith sciences is widely recognized and acknowledged by Muḥaddithīn, Mufassirīn, scholars, ‘Ulema and students of Ḥadīth sciences.

Keywords: Gharīb al Ḥadīth, Imām Abū Muḥammad Qāsim Bin Sallam, Ḥadīth Sciences

تمہید:

دین اسلام کا آغاز عرب سے ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تبلیغ سے یہ دعوت عجم تک پھیل گئی۔ چنانچہ دین کی تفہیم کے دو ذرائع قرآن و سنت سے استفادہ کے لیے اہلِ عجم کو بڑی کاوشیں کرنی پڑیں اور اس سلسلے میں کئی ایک علوم ایجاد ہوئے انہیں علوم میں سے ایک "علم غریب الحدیث" ہے۔

* ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔

قرآن و حدیث میں غریب الفاظ کا استعمال بکثرت ہے، جن کے لفظی اور اصطلاحی معانی کی وضاحت و تشریح کے بغیر اصل مفہوم تک رسائی ممکن نہیں۔ اس لیے ان الفاظ کی وضاحت، اہلِ زبان کے محاورے اور کلام کے استعمال سے ہی کی جاسکتی ہے۔ عربی زبان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں کیوں کہ ہمارے دین کے بنیادی ماخذ اسی زبان میں ہیں۔ اس اہمیت کے پیشِ نظر ہمارے اسلاف نے ہر دور میں اس زبان کے سیکھنے اور سکھانے پر زور دیا ہے۔ علم غریب الحدیث پر اگر پہلی باقاعدہ کوئی کتاب مرتب ہوئی ہے تو وہ امام ابو عبید قاسم بن سلام کی "غریب الحدیث" ہے جس سے آج تک اہل علم اور بالخصوص اس فن پر قلم اٹھانے والے احباب استفادہ کر رہے ہیں۔ ذیل میں اسی کتاب کا تفصیلی تعارف و منہج بیان کیا جائے گا۔

تحقیق کے بنیادی سوالات:

اس مقالہ کا بنیادی مقصد ان سوالات کا جوابات دینا ہے:

امام ابو عبید قاسم بن سلام نے اپنی کتاب میں کس منہج کا اختیار کیا؟

علم حدیث کے ماہرین کی آپ کی اس کتاب کے بارے میں کیارائے ہے؟

دورِ حاضر میں اس کتاب سے استفادہ کی کیاصورت ہو سکتی ہے؟

سابقہ کام کا جائزہ

آپ کی کتاب غریب الحدیث پر مختلف ادوار میں مختلف جہات سے کام کیا گیا ہے جو آپ کی اہل علم و فن کے ہاں مقبولیت کی دلیل ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند جو معلوم ہو سکیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(ا) "اصلاح غلط ابی عبید فی غریب الحدیث"

یہ کتاب عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری نے لکھی جو کہ امام ابو عبیدہ کے شاگرد تھے۔ جس میں امام ابو عبیدہ کی مذکورہ کتاب سے ان کے تسامحات کو بڑی علمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس میں امام ابو عبیدہ کی تسامحات کا معقول جہات سے رد بھی کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو "دار الغرب الاسلامی" نے ۱۴۰۳ھ میں ایک جلد میں تقریباً ۱۷۸ صفحات پر مشتمل شائع کیا۔

(۲) "فہرس غریب الحدیث"

یہ آپ کی غریب الحدیث کے عنوانات کی فہرست ہے۔ جس کے ذریعے کتاب سے مقاصد کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ یہ کاوش الدکتور محمود احمد صیرۃ کی ہے انہوں نے یہ فہرست ترتیب دی۔ جس کو دار البشائر الاسلامیہ نے ۱۴۰۸ھ میں تقریباً ۱۶۰ صفحات پر مشتمل پہلی بار شائع کیا۔

تاہم غریب الحدیث للقاسم ابن سلام کے جامع تعارف و منہج واسلوب پر اردو میں کوئی تحقیقی مقالہ نظر سے نہیں گزرا اس لیے مقالہ نگار نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی کوشش کی۔

امام ابوعبید کی غریب الحدیث کا اجمالی تعارف:

اس فن کی اہمیت اور افادیت کا احساس کرتے ہوئے ائمہِ لغت نے دوسری صدی کے اواخر سے ہی اس پر کام کا آغاز کر دیا تھا، ہر چند کہ ابو عبید قاسم بن سلام کی کتاب سے قبل بھی اس فن پر قلم اٹھایا جا چکا تھا لیکن آپ کی کتاب اس موضوع پر جامعیت، کاملیت اور عظمت کے اعتبار سے سب سے اوّل اور سب سے اعلیٰ شمار کی جاتی ہے۔ چونکہ آپ کی تصنیف اس فن پر مفصل اور جامع تھی اور سابقہ تمام کتب کی ضرورت بھی اس سے پوری ہو جاتی تھی اس لیے بعد کے ادوار میں اُن مختصر کتب سے استفادہ چھوڑ دیا گیا جو آپ کی کتاب سے قبل لکھی گئی تھیں اور آپ ہی کی کتاب اس فن میں دلیل مانی جانے لگی۔ آپ کے بعد اس فن پر جس نے بھی قلم اٹھایا آپ ہی کی کتاب سے اکتساب فیض کیا نیز دیگر مصنفین چند نئے طریقوں کے علاوہ آپ ہی کے انداز میں بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ البتہ بعد کے مصنفین کی تصنیفات میں ان کی تصنیف کی بنسبت زیادہ تفصیل ہے۔

امام ابوعبید کی غریب الحدیث کا زمانۂ تالیف:

امام ابو عبید نے یہ کتاب احادیث کے مجموعے، عربوں کے محاورے، اشعار، ضرب الامثال اور اپنے اساتذہ اور ان سے پہلے کے علماءِ دین کی بیان کردہ احادیث کی تشریحات سے بڑی عرق ریزی کے ساتھ منتخب کی، اس عمل کی تکمیل کے لیے آپ کو اپنی زندگی کے چالیس سال صرف کرنے پڑے، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

"مکثت فی تصنیف هذا الکتاب أربعین سنة ،وربما کنت استفید الفائدة من أفواه الرجال فاضعها من الکتاب،فابیت ساهرا فرحا منی بتلك الفائدة واحدکم یجیئنی فیقیم عندی اربعة اشهر،او خمسة اشهر فیقول:قد اقمت الکثیر"[1]

"میں نے اس کتاب کو جمع کرنے میں چالیس سال لگائے، بعض دفعہ میں لوگوں سے کوئی فائدہ مند بات حاصل کرتا اور اس کتاب میں اس کی مناسب جگہ پر لکھ لیتا تو اس فائدے پر خوشی کی وجہ سے میں پوری رات نہیں سوتا تھا، تم میں سے اگر کوئی میرے پاس آکر چار یا پانچ مہینے گزار لیتا تو (میرے اس کام میں استغراق کی وجہ سے) وہ سمجھتا کہ میں نے بہت عرصہ گزار لیا ہے۔"

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابو عبید علمِ حدیث کو بہت قدر و عظمت اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، حدیث پاک اور اس کے نوادرات کو جمع کرنا آپ عبادت سمجھتے تھے، اسی لیے تو آپ نے اس کام کو اپنی علمی مشغولیت میں سب سے زیادہ درجہ دیا اور دیگر علوم و فنون میں مشغول ہونے کی بنسبت اس میں زیادہ شغف رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم اور فضل سے آپ کی محنت کا صلہ بھی آپ کو عطاء فرمایا، حدیث پاک کی اس بیش خدمت کی بناء پر آج بھی آپ تمام اہلِ علم کے دلوں پر راج کرتے ہیں، اہل علم کا یہ رشتۂ احترام و الفت اسی طرح روز افزوں ترقی پاتا رہے گا اور یہ رتبہ، قدر و منزلت اور علمی جاہ و حشمت تا قیامت قائم رہے گی۔

امام ابو عبید کی "غریب الحدیث" کے متعلق اہلِ علم کی آراء:

امام ابو عبید نے اپنی اس کتاب میں صحیح روایات جمع کی ہیں، انہوں نے اس کتاب کو جمع کرنے، ترتیب دینے اور مشکل و غریب کی توضیح و تمحیص میں ایسا اندازِ تشریح اپنایا کہ بعد میں آنے والے علماء و خدامِ حدیث سب کو اس کتاب کا محتاج بنادیا۔ امام ابنِ قتیبہ کہتے ہیں:

"ایک عرصہ میری یہی سوچ تھی کہ امام ابو عبید نے اپنی کتاب میں غریب الحدیث کی تفسیر اس طرح فرما دی ہے کہ جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا وہ دیگر کتب سے بے نیاز ہو جائے گا"[2]

---

[1] أبو موسی محمد بن عمر المدینی، **مقدمة المجموع المغیث فی غریب القرآن والحدیث**، (بیروت:دارالکتب العلمیة، ط:۲، ۲۰۱۰ء)،۱: ۳۰

[2] عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبة،**غریب الحدیث**،مقدمة المولف،(بیروت:دار الکتب العلمیة،ط:۱، ۱۴۰۸ھ)،۵: ۱

امام خطابی الشافعی فرماتے ہیں:

''فکان اول من سبق الیه و دل من بعده علیه أبو عبید القاسم بن سلام فإنه قد انتظم بتصنیفه عامة ما یحتاج الیٰ تفسیره من مشاهیر غریب الحدیث، فصار کتابه اماما لأهل الحدیث، به یتذاکرون، والیه یتحاکمون''[3]

"تو جس شخص نے سب سے قبل اس فن کی طرف قدم بڑھایا اور بعد والوں کو اس کی راہ دکھائی (اس فن کی طرف صحیح راہنمائی کی) وہ امام قاسم بن سلام ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں عام طور پر وہ احادیث لانے کا اہتمام کیا ہے جو مشہور ہیں، تو ان کی کتاب اہلِ حدیث کے لیے (اس فن میں) امام کی حیثیت پا گئی، اسی سے اہل حدیث چیزیں یاد کرتے اور اسی کی طرف وہ مشکل الفاظ کا حل تلاش کرنے کے لیے آتے ہیں۔"

امام ابو ابن قتیبہ اور امام خطابی کے امام ابو عبید کی کتاب کے متعلق یہ جملے ارشاد فرمانا بڑا معنیٰ رکھتے ہیں۔ ایسی شخصیات کے کسی کی تعریف میں کہے ہوئے جملے ان کے رتبے کی بلندی کی نشاندہی کرتے ہیں بالخصوص اس وقت اور بھی قدر و منزلت واضح ہوتی ہے کہ جب تعریف کرنے والے اس فن کے ماہرین ہوں جس فن کی کتاب کی تعریف کی جارہی ہو۔

امام خطابی نے جو امام ابو عبید کے لیے "فکان أول من سبق إلیه" فرمایا، اس میں اولیت کی نسبت آپ کی طرف کی اس سے مراد اولیت اضافی ہے اس کو اولیت حقیقی نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ اس فن کی حقیقی اولیت کی نسبت امام ابو عبیدہ معمر بن مثنی کی طرف ہوگی۔[4]

امام ابو عبید قاسم بن سلام کی "غریب الحدیث" ایک مطالعہ:

ہر مصنف اپنی تحریر کے لیے ایک خاص ایسا منہج اختیار کرتا ہے جس کے مطابق کتاب ترتیب دی جاتی ہے اور اس منہج کا خیال کرتے ہوئے اس کتاب کا قاری اس کتاب کو آسانی سے سمجھ جاتا ہے تاہم آپ نے اپنی اس کتاب میں کسی خاص ترتیب کا خیال نہیں رکھا، نہ راویوں میں "الف بائی" ترتیب اختیار کی ہے (جیسا کہ اس فن پر بعد میں

---

[3] أبو سلیمان حمدبن محمدبن ابراهیم بن الخطاب، **مقدمة المولف غریب الحدیث**، (دمشق: دارالفکر، ١۴٠٢ھ)، ١: ۴٧

[4] اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس فن کے مدون کون ہیں؟ تاج العروس میں ہے: وأما أبو عبیدة فإنه أول من صنف الغریب یعنی رہے ابو عبیدہ تو یہ وہ (شخصیت) ہیں جنہوں نے سب سے پہلے غریب الحدیث لکھی۔ محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس من جواهر القاموس، المصدر الثانی، (ابو ظهبي: دار الهدایة، س ن)، ١: ٣٣

آنے والوں نے اختیار کی) اور نہ ہی حدیث پاک کے الفاظ میں ترتیب اختیار کی۔ کتاب کے اکثر حصّے میں تو آپ کا طریقہءکار یہ ہے کہ آپ بغیر کسی ترتیب کے حدیث پاک نقل فرماتے ہیں اور پھر اس میں موجود غریب لفظ کی تشریح کرتے ہیں، ابتداءًبلا کسی ترتیب کے احادیثِ مبارکہ نقل کرتے ہیں اور پھر ائمہ لغت، شعراءِ عرب کے اقوال اور ضرب الامثال اور دیگر ذرائع تشریح و توضیح کے ذریعے ان کی تفصیلاً تشریح کرتے ہیں۔

☆ عام طور پر آپ متن ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد اس متن کو سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا ينفع ذا الجد منك الجد"[5]

"کسی بزرگی والے کو اس کی بزرگی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔"

اس کو روایت کرنے کے بعد آپ نے اپنی سند کے ساتھ اس متن کو یوں ذکر کیا:

حدثنيه هشيم قال أخبرنا مغيرة ومجالد عن الشعبى قال سمعت ورادا كاتب المغيرة قال: كتب معاوية الى المغيرة ان اكتب الى بشى ء سمعته من رسول ﷺ- الخ[6]

اس میں آپ نے پہلے مطلوبہ لفظ غریب کے متن کو ذکر کیا پھر اس کی سند ذکر کی ہے۔

☆ بعض اوقات دو سندوں کے ساتھ حدیث پاک ذکر کرتے ہیں: جیسا کہ آپ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنيه ابن مهدى عن سفيان عبد العزيز بن رفيع عن عبد الله ابن ابى قتادة عن أبيه عن النبى ﷺ،وحدثنا يزيد بن هارون عن هشام عن ابن سيرين عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال: "لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر"[7]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زمانے کو گالی مت دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔ (زمانے کا تصرف اس کے دستِ اقدس میں ہے)

---

[5] ایضاً، ا: ۵۶

[6] ایضاً

[7] ابو عبید قاسم بن سلام، غریب الحدیث، ا: ۲۸۵

اس روایت کو آپ دو سندوں سے روایت کرتے ہیں۔ ایک میں آپ کے شیخ ابن مہدی ہیں جب کہ دوسری میں آپ کے شیخ یزید بن ہارون ہیں۔

☆ کبھی آپ متن حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کی ایک سے زائد اسانید ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ایک مقام پر تحریر فرمایا کہ نبی پاک ﷺ سے مروی ہے:

"انہ نھیٰ ان یبال فی الماء الدائم"[8]

"آپ ﷺ نے رُکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

☆ بعض اوقات اپنی سند کے علاوہ دیگر اسناد سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ایک مقام پر روایت کرتے ہیں:

"لقد هممت ان لا اتھب الا من قریشی او انصاری اوثقفی"[9]

"میں نے ارادہ کیا کہ میں ہدیہ صرف قریشی، انصاری اور ثقفی سے قبول کروں۔"

اس روایت کے بعد امام ابو عبید فرماتے ہیں:

"لا اعلمه الا من حدیث ابن عیینة عن عمرو عن طاوس و عن ابن عجلان عن المقبری یرفعان حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم"[10]

"میں اس حدیث کو صرف ابن عیینہ کی روایت سے جانتا ہوں، جو انہوں نے عمرو سے انہوں نے طاؤس سے اور ابن عجلان سے اور ان دونوں نے مقبری سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے۔"

اس میں آپ نے اس حدیث پاک کی دیگر اسناد سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

☆ بعض اوقات آپ حدیث مرفوع کو مسنداً(i) ذکر کرتے ہیں اور بعض اوقات مرسلاً(ii) بھی ذکر کرتے ہیں۔ مسنداً جیسے محمد بن سعد اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی پاک ﷺ سے روایت کیا آپ نے فرمایا:

"لان یمتلی جوف احدکم قیحا حتی یریه خیر له من ان یمتلی شعرا"[11]

---

[8] ایضاً، ا: ۲۲۴

[9] ایضاً، ا: ۳۱۲

[10] ایضاً، ا: ۱۸۷۔۱۸۸

"کہ تم میں سے کسی کے پیٹ کو پیپ سے بھر کر سیر اب کر دیا جائے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھرا جائے۔"

اور مرسلاً جیسے ہشیم اور یزید اسماعیل بن ابی خالد سے، انہوں نے حنش بن معتمر کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا:

"انه اراد ان يصلى على جنازة فجاء ت امرأة معها مجمر، فمازال يصيح حتى توارت بآجام المدينة"[12]

"حضور نے ایک شخص کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک عورت آئی جس کے ہاتھ میں مجمر (دھونی دینے کا آلہ) تھا آپ اس کو ڈانٹتے رہے یہاں تک کہ وہ مدینے کے ٹیلوں سے آگے چلی گئی۔"

ابو الحسن کوفی کہتے ہیں "حنش بن معتمر" (تابعی اور ثقہ ہیں)[13]

یہ دونوں مثالیں مسند اور مرسل کی ذکر کی گئی ہیں۔ آپ کی کتاب میں ان کے علاوہ بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

☆ آپ بعض اوقات بغیر سند کے بھی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے حدیث پاک روایت کی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"لا يدخل الجنة من لا يآمن جاره بوائقه"[14]

"وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں۔"

اس کے صرف غریب لفظ "بوآئقه" کی تشریح کی ہے اور سند وغیرہ کو ذکر نہیں کیا۔

☆ بعض مقامات پر الفاظ حدیث میں راوی کی اغلاط کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور ان کی نشاندہی کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے حدیث پاک روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

وانا مما ينبت الربيع ما يقتل حبطا او يلم- ويروى يقتل خبطا بالخاء معجمة[15]

---

[11] ابو عبید قاسم بن سلام، غریب الحدیث، ا: ۳۳

[12] ایضاً، ا: ۲۴۷

[13] يوسف بن عبدالرحمٰن، تهذيب الكمال فى اسماء الرجال، (بيروت: موسسة الرسالة، س ن)، ١: ٤٣٣

[14] ابو عبید قاسم بن سلام، غریب الحدیث، ا: ۲۰۷

[15] ایضاً، ا: ۶۲

"موسم ربیع کی اگائی جانے والی بوٹیوں میں وہ بوٹی بھی ہے جو پیٹ بھر کر کھانے والے کو مار دیتی ہے یا کھانے میں اصراف پر مجبور کرتی ہے اور خبطاً خائے معجمہ کے ساتھ بھی روایت ہے۔"

اصمعی نے کہا "حبط" کا معنی یہ ہے کہ کوئی جانور بہت زیادہ کھالے جس سے اس کا پیٹ پھول جائے اور وہ بیما رہو جائے تو اس وقت (حبطت، تحبط، حبطاً) کہا جاتا ہے۔

اس کے لفظی معنی اور نسبت پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

واما الذى رواه يزيد،يقتل خبطا:بالخاء،فليس بمحفوظ انماذهب الى التخبط وليس له وجه...يتخبطه الشيطان من المس[16]

یزید نے جو روایت کی ہے، (اس میں) یہ لفظ (يقتل خبطا) خاء کے ساتھ ہے یہ درست نہیں ہے اس سے انہوں نے (تخبط) مراد لیا ہے جس کی یہاں کوئی صورت نہیں بنتی۔ صحیح لفظ (حبط) حاء مہملہ کے ساتھ ہے جس کا معنٰی امام اصمعی نے "بسیار خوری کی بناء پر جانور کے پیٹ کا پھولنا اور بیمار ہو جانا" کیا ہے جبکہ (تخبط) کا معنٰی "حواس باختہ کرنا" ہے۔ (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: يتخبطه الشيطان من المس)

☆ آپ کی کتاب چونکہ الفاظ غریبہ کی تشریح کے لیے ہے اس لیے آپ حدیث کا پورا متن ذکر نہیں کرتے بلکہ متعلقہ لفظ کا جملہ ذکر کر کے اس میں سے صرف اس لفظ غریب کی وضاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن عبد الله بن حسان عن جدتيه عن قيلة عن النبي ﷺ قال: (انه كان جالسا القرفصاء)[17]

عبد اللہ بن حسان اپنی دادیوں سے روایت کرتے ہیں وہ قیلہ سے اور قیلہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اس حال میں کہ آپ ﷺ اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے (یوں ہاتھوں سے پاؤں کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اور پیٹ کو رانوں سے ملائے ہوئے تھے)۔

---

[16] ایضاً ا: ۶۲

[17] ایضاً، ا: ۲۶۶

امام ابو عبید نے اس روایت کا صرف یہی جملہ ذکر کیا ہے اور اس میں "القرفصاء" کا معنی تفصیلاً ذکر کیا لیکن پوری روایت ذکر نہیں کی، اس کی پوری روایت ابن کثیر نے "البداية والنهاية" میں نقل کی ہے جو ان کی سند کے ساتھ درج ذیل ہے:

احادیث کو ذکر کرنے اور ان کی شرح کرنے میں آپ کا انداز مذکورہ بالا ہے۔ آپ نے اپنی کتاب میں یہی طرز اپنائی ہے۔ ذیل میں الفاظ غریبہ کی تشریح کے حوالے سے آپ کے اندازِ تشریح پر بحث کی جائے گی۔

الفاظِ غریبہ کی تشریح میں امام ابو عبید کا اسلوب:

چونکہ آپ کا مقصد مشکل الفاظ کی صحیح ادائیگی، درست اعراب، اصل ساخت اور متعلقہ صحیح معانی کا بیان کرنا ہے اور یہ سب صورتیں اہل زبان ہی سے متعلق ہیں اس لیے آپ الفاظِ غریبہ کی تشریح میں مختلف مستند ذرائع سے استدلال کرتے ہیں۔ جن ذرائع سے آپ نے استدلال کیا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) قرآنِ مجید سے استدلال (۲) احادیث مبارکہ سے استدلال

(۳) اقوال صحابہ سے استدلال (۴) عرب شعراء کے اشعار سے استدلال

(۵) عربی ضرب الامثال سے استدلال (۶) ائمہ لغت کے اقوال سے استدلال

ذیل میں ان سب کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

قرآن مجید سے استدلال کی مثال:

چونکہ قرآنِ کریم ہی اصل مأخذ ہے اس لیے اگر کوئی ایسا لفظِ غریب آجائے جس کو قرآن نے کسی طرح بھی بیان کیا ہو تو آپ اس کے ذریعے حدیث کے غریب لفظ کی وضاحت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کی کتاب کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے متعدد احادیث کے غریب الفاظ کی وضاحت اور تشریح کے لیے آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ جن میں سے بعض مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(1) آپ ایک حدیث پاک میں آنے والے لفظِ(ثلة) کے مختلف معانی ذکر کرتے ہوئے ایک معنی پر درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

والثلة فی غیر هذا، الجماعة من الناس: قال الله تعالیٰ (ثلة من الاولين و ثلة من الآخرين[18]

---

[18] ایضاً، ۲: ۲۷۷

"اس حدیث کے علاوہ لفظ (ثلۃ) کا اطلاق لوگوں کی ایک جماعت پر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ایک جماعت اگلوں میں سے اور جماعت پچھلوں میں سے۔"

اس مثال میں آپ نے حدیث شریف میں آنے والے مشکل اور تشریح طلب الفاظ کی وضاحت و تشریح کے لیے لغوی معنی کی وضاحت پر قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا ہے۔

حدیث مبارکہ سے استدلال کی مثال:

آپ بعض اوقات حدیث پاک میں آنے والے لفظِ غریب کی تشریح و وضاحت کے لیے دیگر احادیث مبارکہ میں سے شواہدات پیش کرتے ہیں تاکہ کلامِ رسول کی تشریح کلامِ رسول سے ہو جائے۔ ذیل میں اس کی صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

آپ نے رسول پاک ﷺ کی حدیث پاک ذکر کی کہ جب رسول اللہ ﷺ شھداء کا تذکرہ فرمارہے تھے کہ کون کون ایسے ہیں جن کو درجۂ شھادت نصیب ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ومنهم ان تموت المرأة بجمع"۔

"ان میں سے ایک وہ عورت بھی ہے جس کا انتقال حالتِ حمل میں ہو جائے (یا وہ جو کنواری انتقال کر جائے)۔"

اس حدیث پاک کے لفظ "بجمع" کا معنی بتایا، کہ ابو زید نے کہا، اس سے مراد حاملہ خاتون ہے اور امام کسائی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور بعض نے اس لفظ کو "بجمع" کے بجائے "جمع" پڑھا ہے یہ قرأت صرف امام کسائی کی ہے۔ امام کسائی اور امام ابو زید کے علاوہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ خاتون ہو جس کو کسی مرد نے نہ چھوا ہو۔ جیسا کہ حدیث مرفوع میں ہے۔

"أيما امرأة ماتت بجمع لم تطمث دخلت الجنة"۔[19]

"جو بھی کنواری عورت اس حال میں انتقال کر گئی کہ اس کو کسی نے چھوا نہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔"

[19] ایضاً، ۱: ۱۲۶

اس مثال میں آپ نے حدیث کے معنی کی وضاحت کے لیے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے:

آپ کی کتاب میں اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں چونکہ گھر والا گھر میں موجود چیزوں کے متعلق زیادہ جانتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں "وصاحب البیت ادری بالذی فیه" تو اس لیے تفسیر الحدیث بالحدیث کا مقام بہت بلند ہے۔

اقوال صحابہ سے تشریح غریب:

آپ ﷺ کے کلام کے براہِ راست سامعین چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے تو یقیناً جس طرح انہوں نے آپ کے فرمان کو سمجھا ہے اس طرح بعد والے نہیں سمجھ سکے۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر امام ابو عبید نے بھی مختلف احادیثِ مبارکہ کے مشکل الفاظ کی تشریح اور وضاحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے کی۔ ان میں سے بعض ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) رسول پاک ﷺ کی حدیث پاک میں ہے کہ:

"لبن الفحل انه یحرم"[20]

"مرد کا دودھ (مرد کے ذریعے آنے والا دودھ) حرمت کا سبب ہے۔"

اس کا مطلب بیان کرنے کے بعد امام ابو عبیدہ لکھتے ہیں:

ابن عباسؓ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس کی دو بیویاں ہوں اور ایک نے لڑکی اور دوسرے نے لڑکے کو دودھ پلایا تو کیا وہ لڑکا اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ دودھ کا سبب ایک ہے۔ امام ابو عبیدہ نے کہا:

هذا تاویل لبن الفحل.[21]

آپ ﷺ کے ان ارشادات کی تشریح آپ سے براہ راست فیض پانے والی قدسی صفت جماعت کے اقوال سے ہے۔ یہ حدیث پاک کے دشوار الفاظ جو ناقبل فہم ہوں کی تشریح کا تیسرا مستند اور بنیادی ذریعہ ہے۔

---

[20] ایضاً، ۳: ۳۴

[21] ایضاً، ۳: ۳۵

عرب شعراء کے اشعار سے تشریحِ غریب:

آپ نے غریب الفاظ کی شرح عرب شعراء کے اشعار کے ذریعے بھی کی ہے، ایک لفظ جو عربی میں استعمال ہو الا محالہ اس میں اہل زبان کے لہجے اور مطلب کو بنیادی دخل ہے۔ اس لیے آپ نے عرب کے مستند شعراء کے اشعار بھی الفاظ غریبہ کی تشریح میں پیش کیے اور اس کی افادیت اور اہمیت کو واضح کیا۔ ذیل میں آپ کی کتاب سے اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے "جابیہ" کے مقام پر خطبے میں ارشاد فرمایا:

من سره أن يسكن بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين أبعد۔[22]

"جو جنت کے درمیان (سب سے اعلیٰ جگہ) میں رہنا چاہتا ہو وہ جماعت کو لازم پکڑے، بے شک شیطان ایک (اکیلے) شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو (جماعت) سے بہت دور ہوتا ہے۔"

اس حدیث پاک کے لفظ "بحبوحة الجنة" کا معنیٰ "وسط الجنة" کرنے کے بعد اس معنیٰ پر بطور دلیل جریر بن الخطفی کا شعر ذکر کرتے ہیں۔

قومي تميم هم القوم الذين هم ينفون تغلب عن بحبوحة الدار

"میری قوم (بنو) تمیم ہے یہ وہ قوم ہے جس نے (بنو) تغلب کو گھر کے درمیان سے پرے ہٹایا (دور بھگایا)۔"

اس شعر میں جریر بن الخطفی نے لفظ "بحبوحة" درمیان (وسط) کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

عربی ضرب الامثال سے استدلال:

ضرب المثل سے مراد وہ قول یا جملہ جو کسی کہاوت کے طور پر مشہور ہو۔ اسے ضرب المثل کہا جاتا ہے اس کی جمع ضرب الامثال آتی ہے، یہ ہر زبان کے ادب میں اعلیٰ حسن پیدا کرتا ہے، دنیا میں بولی جانے والی دیگر زبانوں میں جس طرح ضرب المثل کا بڑا کردار ہے اسی طرح عربی زبان میں بھی ضرب المثل بڑا کردار ہے۔ دیگر ذرائع سے

---

[22] ایضاً، ۲: ۲۰۵

تشریح کے ساتھ ساتھ امام ابوعبید نے اپنی شرح کی تائید میں عربوں کی ضرب الامثال سے استدلال بھی فرمایا ہے۔ جس کی ایک مثال آپ کی تصنیف سے درج ذیل ہیں:

تسعة أعشراء الرزق في التجارة والرزق الباقي في السابياء۔[23]

"رزق کے دس حصے میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور باقی رزق کا ایک حصہ پیداوار میں ہے۔"

اس حدیث پاک میں لفظ "سابیاء" کی تشریح کرتے ہوئے امام ابوعبید لکھتے ہیں:

امام اصمعی نے کہا: "سابیاء" اس پانی کو کہا جاتا ہے جو ولادت کے وقت بچے کے سر پر بہتا ہے۔

ابوزید انصاری نے کہا، یہ وہ پانی ہے جس کو "حولآء" (بچے کی ولادت کو کہا جاتا ہے)۔

اور وہ جھل جس میں بچہ ہوتا ہے وہ "السلی" کہلاتی ہے۔اسی وجہ سے یہ مثال بیان کی جاتی ہے " انقطع السلى في البطن "۔(پیٹ میں جھلی پھٹ گئی)۔

عرب یہ مثال اس وقت دیتے تھے جب کوئی بڑا واقعہ پیش آتا تھا۔

جب معاملہ انتہائی دشوار ہو جاتا اور تمام حیلے بے کار ہو جاتے تو اس وقت عربوں میں یہ جملہ کہا جاتا تھا۔اس لفظ کی تشریح آپ نے عربی ضرب المثل سے کی ہے۔

ضرب الامثال کے ذریعے کی جانے والی تشریح کی آپ کی کتاب سے صرف ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے، اسکے علاوہ اور بھی مقامات ہیں جہاں آپ نے عربوں کے محاورات اور ضرب الامثال سے استدلال کر کے حدیث میں آنے والے مشکل الفاظ کی وضاحت کی ہے۔اس لیے حدیث کے طالب و خادم کو دیگر علوم کے ساتھ ساتھ ضرب الامثال میں بھی مہارت حاصل ہونی چاہیے تاکہ وہ اصل بات کی تہہ تک پہنچ کر اس کے صحیح مقصد و معنی کو حاصل کر سکے۔

ائمہ لغت کے اقوال سے استدلال:

آپ اکثر و بیشتر الفاظ غریبہ کی تشریح ائمہ لغت کے اقوال کی روشنی میں بھی کرتے ہیں آپ سے قبل کے مستند ائمہ کرام نے جو تفصیل ذکر کی ہے آپ قرآن و حدیث پاک سے مشکل لفظ کی تشریح کرنے کے بعد ان ائمہ کرام کے اقوال سے بھی تشریح کرتے ہیں۔ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

---

[23] ایضاً،ا: ۲۹۹

(ا) رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک میں ہے:

أنه دخل على عائشة تبرق أسارير وجهه[24]

"آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے آپ کے چہرے کی لکیریں چمک رہی تھیں۔"

امام ابو عبیدہ فرماتے ہیں:

ابو عمر نے کہا، "اس سے مراد وہ لکیریں ہیں جو چمڑے پر ہوتی ہیں، اس کی واحد "سرر" اور "سر" ہے جب کہ اس کی جمع "اسرار" اور "اسرۃ" آتی ہے۔ اسی طرح ہر شیء کی لکیریں "آسار" کہلاتی ہیں، پھر "اساریر" جمع ہے۔ اصمعی نے کہا: ہاتھ کی لکیروں کو بھی اساریر کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ ابو کبیر الھذلی کہتا ہے:

و اذا نظرت الى اسرة وجهه برقت كبرق العارض المتهلل

"جب تو اس کے چہرے کی لکیروں کو دیکھے تو وہ تجھے چمکتے بادل کی طرح چمکتی نظر آئیں گی۔"

غریب الحدیث للقاسم ابنِ سلام کے بعض امتیازات کا ذکر:

امام ابو عبید چونکہ اس دور میں رائج تمام علوم وفنون کے ماہر تھے اس لیے آپ نے اپنی اس تصنیف میں مشکل الفاظ کی تشریح کے لیے مختلف علوم وفنون سے بھی جگہ جگہ بحث کی ہے، جن علوم پر آپ نے بحث کی ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔ عقائد، صرف، نحو، فقہ، صحیح اور غلط الفاظ کی بحث، صحیح ادائیگی اور تلفظ کی بحث وغیرہ اس اعتبار سے آپ کا یہ علمی کارنامہ علمِ حدیث کے معاون علوم کے طور پر ایک گراں مایہ گوہر ہے۔ آپ نے اپنی کتب میں کئی علوم وفنون کو جمع کیا، خواہ ان علوم کا تعلق فن ادبیات سے ہو یا دیگر فنون سے۔ (آپ نے اپنی کتاب میں وہ سب ضروری باتیں جمع فرمادیں جن کی ضرورت بعد والوں کو پڑتی ہے)۔ ذیل میں ان سب کی چند مثالیں ذکر کی جاتیں ہیں۔

عقائد سے بحث کی مثال:

امام ابو عبیدہ خیر القرون کے قریب ہونے کی وجہ سے صحیح عقائد کے حامل بھی تھے، آپ کے زمانے میں وہ باطل فرقے جن کا مشغلہ ظاہرِ حدیث سے استدلال کر کے اپنے فاسد عقائد کو تقویت دینے کی ناکام

---

[24] ایضاً، ا: ۱۰۸

کوشش کرنا تھا، اس زمانے کے ائمہ کرام نے ان کا رد کرنا اپنا وظیفہ بنا دیا تھا دیگر خدامِ حدیث کی طرح آپ نے بھی احادیث پر بحث کے دوران اس زمانے کے بد عقیدہ لوگوں کا رد فرمایا ہے، آپ کی کتاب کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ نے زندیقین، ملحدین اور دہریین کے علاوہ دیگر کئی فرقِ باطلہ کا رد بھی فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ سرکار دو عالم ﷺ کی درج ذیل حدیث پاک:

لا تسبوا الدهر فإن الله هو الدهر

"زمانے کو برا مت کہو کیونکہ زمانہ اللہ ہے۔ (یعنی زمانے کا متصرف اور خالق اللہ ہے)۔"

کے ضمن میں امام ابو عبید لکھتے ہیں:

"اہل اسلام میں سے کسی کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ اس حدیث پاک کے صحیح معنی (توجیہ) سے غافل رہے۔ کیونکہ اہل تعطیل اس حدیث پاک کے ذریعے اہل اسلام کے (عقیدے کے خلاف) استدلال کرتے ہیں۔ میں نے بعض ایسے لوگ دیکھے جن پر زندقہ اور دہریہ کی تہمت ہے اس حدیث (کے ظاہر) کی رُو سے کہتے ہیں کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو! نبی کریم ﷺ نے فرمایا "زمانہ خدا" ہے۔

اس کے بعد امام ابو عبید نے اس حدیث پاک کا پس منظر بیان کیا اور ایسا صحیح معنی تحریر کیا جو قرآن وحدیث سے مستنبط عقائدِ صحیحہ کے عین مطابق ہے اور اس پر استدلال سورۃ جاثیہ کی آیت نمبر 24 سے کیا، جو تقریباً ایک صفحے پر مشتمل ہے، اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

فقال النبي عليه السلام: لا تسبوا الدهر على تأويل لا تسبوا الذي يفعل بكم هذه الأشياء ويصيبكم بهذه المصائب فإنكم إذا سببتم فاعلها فإنما يقع السب على الله تعالى لأنه عز وجل هو الفاعل لها لا الدهر فهذا وجه الحديث إن شاء الله لا أعرف له وجها غيره.[25]

عربوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی یا کوئی تکلیف آتی یا بڑھاپے کا شکار ہوتے یامال تلف ہو جاتا تو وہ زمانے کو گالی دیتے تھے۔ تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

تم زمانے کو گالی مت دو، اس تعلیل پر کہ تم اس کو گالی مت دو! جو تمہارے ساتھ یہ سب کرتا ہے اور تم پر مصیبتیں لاتا ہے کیونکہ جب تم ان مصائب کے فاعل کو گالی دیتے ہو تو یہ گالی اللہ کو پڑتی ہے کیونکہ ان مصائب و آلام

[25] ایضاً، ۲: ۱۴۵

کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے زمانہ نہیں ہے۔ (امام ابوعبید کہتے ہیں) میرے نزدیک اس حدیث کی درست تأویل یہی ہے، اس حدیث کی اس کے علاوہ اور کوئی وجہ میں نہیں جانتا۔

اس مثال میں آپ نے بدعقیدوں کا رد فرمایا ہے ان کے اپنے برے عقیدے پر اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس حدیث کا سببِ ورود نہیں جانتے تھے، امام ابوعبید نے پہلے اس کا سببِ ورود بتایا اور پھر اس کی صحیح تشریح زینتِ قرطاس کی، تاکہ امتِ مسلمہ ان کی چال سے محفوظ رہ سکے اور عقیدہ میں کسی قسم کی گمراہی کا شکار نہ ہو۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

فقہی ابحاث:

امام ابوعبید نے اپنی اس کتاب میں فقہی مسائل کو بھی ذکر کیا۔ اس لحاظ سے یہ کتاب فقہی مسائل کا ایک مجموعہ بھی قرار دی جاتی ہے۔ آپ حدیث کے غریب لفظ کی تشریح کے ساتھ ساتھ اس سے متفرع ہونے والے فقہی مسائل کو بھی بڑی مہارت سے زیر بحث لاتے ہیں اور بعض مقامات پر فقہاء کرام کے نظریات بھی ذکر کرتے ہیں اور بعض مقامات پر ان سے کنارہ کشی بھی کرتے ہیں۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

فقہاء کے مذاہب کا بیان:

آپ نے مشہور مذاہب کے فقہاء کے فقہی نظریات کی نشاندہی کی لیکن یہ اختلاف فقہی کتب کی طرح زیادہ مفصل و مبسوط ذکر نہیں کیے۔ آپ ان اختلافات کی طرف کہیں صرف اشارہ کہیں صراحۃ اور کہیں قدرے تفصیل سے اشارہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ توضؤا مما غیرت النار ولو من ثور اقط)۔ کی تشریح میں درج ذیل حدیث پاک لکھی ہے:

صلاة العشاء اذا سقط ثور الشفق

"عشاء کی نماز کا وقت یہ ہے کہ جب شفق پھیل جائے۔"

اس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

وقد اختلف الناس في الشفق فيروى عن عبادة بن الصامت وشداد بن أوس وعبد الله بن عباس وابن عمر أنهم قالوا: هو الحمرة وكان مالك بن أنس وأبو يوسف يأخذان بهذا وقال عمر بن عبد العزيز: هو البياض وهو بقية من النهار وكان أبو حنيفة يأخذ به.[26]

[26] ایضاً، ۲: ۱۲۸

"لوگوں نے شفق کے بارے میں اختلاف کیا ہے، عبادہ بن صامت، شداد بن اوس، عبد اللہ بن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنھم فرماتے ہیں: (شفق سے مراد) سرخی ہے۔ امام مالک بن انس اور امام ابو یوسف نے اس بارے میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ اور عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: (شفق سے مراد) سفیدی ہے اور وہ دن کا بقیہ حصہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کو اختیار کیا ہے۔"

شفق کے متعلق اختلاف فقہاء اسلام کے مابین ایک معرکۃ الآراء اختلافی مسئلہ ہے تاہم امام ابو عبید نے صرف نظریہ اور صاحب نظریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اوراس میں کوئی خاص تفصیل ذکر نہیں کی۔

مسائلِ فقہیہ کا استنباط:

آپ بعض اوقات حدیث پاک کی وضاحت و تشریح کے بعد اس سے اخذ ہونے والے احکام فقہیہ کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

في حديث النبي عليه السلام أنه كان لا يصلي في شعر نسائه[27]

"حضور ﷺ کی حدیث پاک میں یہ ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کے کپڑوں میں نماز نہیں ادا فرماتے تھے۔"

اس حدیث پاک میں آنے والے لفظ "شعار" اور اس کے مقابلے میں آنے والے لفظِ "دثار" کی وضاحت کے بعد آپ لکھتے ہیں:

وفي الحديث من الفقه أنه إنما كره الصلاة في ثيابهن فيما نرى والله أعلم مخافة أن يكون أصابها شيء من دم الحيض لا أعرف للحديث وجها وغيره-

کچھ سطور بعد لکھتے ہیں:

وقد روى مع هذا الرخصة في الصلاة في ثياب النساء وسمعت يزيد يحدث إن رسول الله صلي الله عليه وسلم كان يصلي في مروط نسائه وكانت أكسية أثمانها خمسة دراهم أو ستة والناس على هذا۔

"اس حدیث پاک میں ہماری رائے کے مطابق فقہی مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے عورت کے لباس میں نماز پڑھنا ناپسند فرمایا: اس خوف سے کہ ہو سکتا ہے، اس کپڑے کو حیض کا خون وغیرہ لگا ہو؟۔"

---

[27] ایضاً، ۱: ۳۱۰

امام ابو عبید فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک کی اس کے علاوہ کوئی اور صورت میں نہیں جانتا۔ اس کے باوجود عورت کے کپڑے میں نماز پڑھنے کی رخصت اور اجازت مروی ہے میں نے یزید کو ھشام بن حسان سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، ھشام نے حسن سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کی چادر میں نماز پڑھتے تھے اور وہ بڑی چادر ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ یا چھ درھم ہوتی تھی۔ لوگوں کا عمل آج کل اسی صورت پر ہے۔

عورت کے پہنے ہوئے کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپ نے اپنی رائے ذکر کی کہ حدیث پاک کو اس خاص تناظر میں دیکھا جائے تو مفہوم واضح ہو جاتا ہے، لیکن پھر اپنی سند کے ساتھ اس عمل کے جواز پر حدیثِ پاک ذکر کی اور آخر میں لوگوں کا معمول بھی بتا دیا، کہ آج کل عمل اس دوسری صورت پر ہے، اب پہلی صورت متروک ہو چکی ہے۔

صرفی بحث کی مثال:

امام ابو عبیدہ غریب کلمات کی تشریح میں بعض اوقات صرفی تحقیقات بھی پیش کرتے ہیں۔ لفظ کی اصل ساخت اس کے مادے اور معنی پر بھی بحث کرتے ہیں۔ ذیل میں آپ کی تصنیف سے اس کی مثال پیش کی جاتی ہے۔
آپ ایک روایت ذکر کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث مصدقا بشاة شافع فلم يأخذها وقال: ائتني بمعتاط[28]

"نبی پاک ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے والے ایک شخص کو (زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا) تو اس نے ایک بچوں والی بکری لا کر آپ کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: مجھے وہ بکری لا کر دو جو بچے والی نہ ہو۔"

اس حدیث پاک میں مذکور لفظ "معتاط" جمع ہے یا مصدر؟ اس کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ويقال منه: هي معتاط وعائط وحائل وجمع العائط عوط وجمع الحائل حول وحولل قال أبو عبيد: وسمعت الكسائي يقول: جمع العائط عوط وعوطط وجمع الحائل حولل وحول وكان بعضهم يجعل حوللا مصدرا ولا يجعله جمعا وكذلك عوطط.[29]

---

[28] ایضاً، ۲: ۹۲

[29] ایضاً

"لفظ "معتاط" مفتعل کے وزن پر باب افتعال سے استعمال ہوا ہے جس کا مادہ "عوط" ہے۔ یہ جس طرح مزید فیہ استعمال ہوتا ہے اسی طرح مجرد بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کا اشارہ مصنف "عائط" اسم فاعل سے کر رہے ہیں۔ "عائط" از باب (عاط یعیط، عیاطا، باب ضرب یضرب) سے استعمال کر کے واضح کر رہے ہیں۔ پھر عائط کی جمع "عوط" بروزن "فُعَل" بتا رہے ہیں۔ پھر امام کسائی کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے کہا "عائط" کی جمع "عوط" اور "عوطط" آتی ہے اور بعض کے نزدیک "عوطط" "حولل" کی طرح مصدر ہے جمع نہیں ہے (یعنی یہ عاط یعیط اور اعتاط یعطیط) دونوں سے استعمال ہوتا ہے۔"

نحوی ابحاث:

امام ابو عبیدہ چونکہ نحو کے ایک مستند عالم تھے اس لیے آپ نے اپنی اس تحریر میں نحوی ابحاث کو بھی خوب شامل کیا۔ آپ کلمات کے اعراب کی وجوہات، منصرف و غیر منصرف ہونا، اسمیت و فعلیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر نحات کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

بنسيج وحده__ والعرب تنصب وحده في الكلام كله لا ترفعه ولا تخفضه إلا في ثلاثة أحرف: نسيج وحده وعيير وحده وجحيش وحده فإنهم يخفضونها ثم فسرت العلماء نصبه في قولهم: وحده. فقال أهل البصرة: إنما نصبوا وحده على مذهب المصدر أي توحد وحده وقال أصحابنا: إنما النصب على مذهب الصفة. قال أبو عبيد: وقد يدخل فيه الأمران جميعا.[30]

"عرب تمام کلام میں (وحدہ) کو نصب (زبر) دیتے ہیں اور رفع (پیش) نہیں دیتے (وحدُہ) اور جر بھی (زیر) نہیں دیتے (وحدِہ) ماسوائے تین حروف کے، (۱) نسیج وحدہ (۲) عییر وحدہ (۳) جحیش وحدہ اہل عرب صرف ان تین مقامات پر (وحدِہ) پڑھتے ہیں۔ پھر علماء نحو نے اس لفظ (وحدَہ) کو زبر کے ساتھ پڑھنے میں بحث کی ہے (کہ زبر کے ساتھ کیوں پڑھا جاتا ہے) تو اہل بصرہ نے کہا کہ اس کو مصدر کی بناء پر نصب دیتے ہیں۔ کیوں کہ اصل میں (توحّد وحدَہ) ہے اور ہمارے اصحاب (اہل کوفہ) نے کہا ہے کہ یہ نصب صفت کی بناء پر ہے۔ تاہم امام ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔"

---

[30] ایضاً، ۳: ۲۲۶

اس مثال میں آپ نے نحو کے ماہرین اہل کوفہ و بصرہ کا اختلاف ذکر کیا ہے۔ اور پھر خود اگرچہ کوفہ کے نحات میں سے ہیں لیکن دونوں اقوال کو درست قرار دیتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ اس لفظ کا عامل مصدر ہو یا صفت، دونوں صورتیں جائز ہیں۔

کسی فن پر نحو کے ذریعے بحث کے وقت معانی و صیغہ پر تراکیب کلام کو تطبیق دینے اور کلمات کو باہم ملا کر صحیح تلفظ کرنے میں غلطی سے بچا جاتا ہے۔ اس افادیت کے پیش نظر آپ نے اس کتاب میں غریب الحدیث پر نحوی اعتبار سے بحث کی ہے۔ علومِ دینیہ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص علمِ صرف و نحو کی اہمیت سے بخوبی آشنا ہے۔

اس کتاب کے معایب:

یہ کتاب جہاں بیشمار خوبیوں کی جامع ہے وہاں اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں جن میں سے صرف دو نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

(۱) آپ پوری حدیث کو ذکر نہیں کرتے بلکہ حدیث کا مطلوبہ حصہ ذکر کرتے ہیں۔

(۲) یہ کتاب کسی خاص ترتیب پر نہیں ہے نہ "الفبائی" نہ رواۃ حدیث کے اسماء کی ترتیب پر، البتہ دوسری جلد میں ترتیب مد نظر رہی کہ خلفاء راشدین کو اولاً پھر اور صحابہ کو درجہ بہ درجہ ذکر کیا ہے۔

خلاصہ البحث:

- امام ابو عبیدہ کی کتاب اس فن کی ام الکتب میں شمار کی جاتی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی قیمتی زندگی کے کل چالیس سال جو کہ آپ کی کل عمر کا تقریباً نصف سے زائد بنتا ہے اس کتاب کو لکھنے میں صرف کر دیا۔ جیسا کہ سابقہ اوراق میں واضح کر دیا گیا۔ آپ کی اس گراں قدر خدمت کو سراہنے والوں نے بہت سراہا اور یہ آپ کا حق بھی تھا۔
- آپ کا منہج بیان مختلف ہے تاہم اگر کسی لفظ کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو اس پر لکھی گئی فہرست سے اس لفظ تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ آپ کی یہ کتاب فنون صرف و نحو و ادب و لغت و فقہ و حدیث سب کی جامع ہے۔ مذکورہ فنون سے کسی لفظ کی تلاش ہو اور وہ لفظ ان کی کتاب کی زینت ہو تو اس تک رسائی حاصل کرنے پر مادہ، باب، اعراب، حکم وغیرہ تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

- عرب کے محاورات اور ضرب الامثال سے بھی اس میں غریب الفاظ کی غرابت کو واضح کیا گیا ہے اور اس کی ادائیگی کے ساتھ صحیح محمل کی نشاندہی فرمادی تاکہ اصل مفہوم تک با آسانی رسائی حاصل ہو سکے۔ ائمہ لغت جن کے انداز بیان سے معانی کی شناخت ہو جاتی ہے آپ نے ان کے اقوال سے بھی استدلال کیا اور ان میں سے اولاً اپنے اساتذہ کے اقوال کو ذکر کیا۔
- اگر آج کا طالبِ علم اور عالم دین، دین کے اس دوسرے بڑے مأخذ کو حاصل کرنے کے لیے اس کتاب سے سنجیدگی کے ساتھ استفادہ کرے گا تو نہ صرف صحیح نکتے تک پہنچے گا بلکہ معانی و مفہوم کے بحر ذخار میں غوطہ زن ہو کر گوہر بے بہا پائے گا۔